علامہ اقبال کے خطبۂ الہ آباد پر باردگر ایک تجزیاتی نظر

مصنف: پروفیسر شریف المجاہد

علامہ اقبال نے اب سے ۷۳ سال پہلے ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کو الہ آباد میں آل انڈیا مسلم لیگ کے ۲۹ ویں سالانہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اپنا صدارتی خطبہ پیش کیا تھا۔ خاصا وقت گذر جانے کے بعد اب یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس پر دوبارہ نظر ڈالی جائے بالخصوص اس لیے کہ حکومتی سطح پر نیز غیر سرکاری طور پر اس موضوع کے حوالے سے جو تاریخ نویسی ہوئی ہے اس کے ذریعے اس واقعے کے اردگرد من گھڑت افسانے بن دیے گئے ہیں۔ حقیقت میں یہ افسانہ طرازی اس دعوے کے گرد گھومتی ہے کہ اس خطبے میں برصغیر میں ایک آزاد و خود مختار مسلم مملکت کا قیام تجویز کیا گیا تھا یا تجویز کرنے کی ترغیب دی گئی تھی جو بعد میں جناح کی دانشمندانہ قیادت میں اس نظریے یا مقصد کے مطابق ۱۴۔۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو قیام پاکستان کی شکل میں منتج ہوئی۔

یہ صحیح ہے کہ اقبال نے ''ہندوستان کے اندر ایک مسلم ہندوستان کے قیام کے لیے مسلمانوں کا مطالبہ'' اور اس کا جواز بھی پیش کیا تھا۔ اس مطالبے کی تائید میں وہ یکم جنوری ۱۹۲۹ء کو دہلی میں ہونے والی آل پارٹیز مسلم کانفرنس کی قرارداد کا حوالہ دیتے ہیں۔ ایک اعتبار سے یہ کانفرنس جو آغا خان کی صدارت میں منعقد ہوئی تھی اس وقت ہندوستان کے مسلمانوں کی بہترین نمائندگی کر رہی تھی جس میں عارضی طور سے سیاسی منظر سے ہٹ جانے والے جناح گروپ کے ماسوا سر محمد شفیع، علی برادران، محمد اسمٰعیل خان، حسرت موہانی، مفتی کفایت اللہ، مولانا احمد سعید، سر سلطان احمد، سر اے۔ کے۔ غزنوی، مولانا محمد شفیع داؤدی جیسے اور دوسرے اکابرین شریک ہوئے تھے اور جن میں اقبال خود شامل تھے۔

مترجم: پروفیسر منور علی خان

دوسرے اعتبار سے یہ قرارداد اپنے تناظر میں نہرو رپورٹ (۱۹۲۸ء) کے جواب میں مسلمانوں کی طرف سے پیش کردہ تجاویز پر مشتمل تھی۔ نہرو رپورٹ کو کانگریس کے ایماء پر دسمبر ۱۹۲۸ء کے اواخر میں کلکتے میں ہونے والے آل پارٹیز نیشنل کنونشن نے منظور کرلیا تھا۔ اقبال نے کہا کہ مسلم کانفرنس کی اس قرارداد کا محرک ایک مربوط اور ہم آہنگ مجموعے کو وجود میں لانے کا نظریہ ہے جو اپنے اجزا کی انفرادی حیثیت کو دبا دینے کی بجائے ان صلاحیتوں کو جو ان میں مخفی ہوں پوری طرح اظہار کی راہ ہموار کرتا ہے۔ اقبال نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اس اجلاس سے درخواست کی کہ وہ مسلم کانفرنس کی قرارداد میں موجود مسلمانوں کے مطالبے کی پرزور حمایت کرے۔

اجزا کی انفرادی حیثیت کو دبانے سے کیوں اجتناب کیا جائے اس کے لیے اقبال نے وضاحت کی کہ ''ہندوستان جیسے ملک میں ایک مربوط مجموعے کو وجود میں لانے کے لیے فرقہ واریت اپنی اعلیٰ شکل میں ناگزیر ہے۔ ہندوستانی معاشرے کے اجزا یوروپین ممالک کی طرح علاقائی نہیں ہیں بلکہ ہندوستان ایسے انسانی گروہوں پر مشتمل ایک براعظم ہے جو مختلف نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں'' مختلف زبانیں بولتے ہیں اور مختلف مذاہب سے وابستہ ہیں۔ یک نسلی شعور ان کے طرز عمل کے اظہار میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس برعظیم میں مختلف انسانی گروہوں نے صدیوں سے مختلف نسلوں اور تہذیبوں پر مشتمل امریکہ کی طرح کا آمیزہ بنانے سے احتراز کیا ہے اسی لیے اقبال نے ہندوؤں، مسلمانوں اور دوسرے فرقوں پر مشتمل ہندوستانیوں کو اس سوچ کی طرف راغب کیا کہ وہ ہندوستانی قومیت کی تشکیل کے لیے مختلف عناصر میں اختلاف کے باوجود اتحاد کو قائم رکھنے کے لیے سوئٹزر لینڈ کے سلاد پلیٹ کی طرح کے حقائق کو تسلیم کریں (جہاں مختلف قوموں کی علیحدہ علیحدہ حیثیت کے باوجود سوئس قوم وجود میں آئی ہے یعنی جس طرح مختلف سبزیوں، ترکاریوں اور پھلوں کو ملا کر سلاد پلیٹ تیار کی جاتی ہے اور وہ ایک ذائقہ دار آمیزہ بن جاتا ہے اسی طرح سوئٹزر لینڈ کی سلاد پلیٹ میں مختلف قومیتیں، مختلف زبانیں بولنے کے باوجود ایک قومی وحدت کی شکل اختیار کرتی

ہیں) اختلاف کے ہوتے ہوئے اتحاد کے راستے تلاش کریں اور مختلف اجزا کی انفرادی حیثیت کو جن سے وہ مجموعہ مرکب ہے دبا دینے کے تباہ کن راستے کو اختیار کرنے سے پرہیز کریں۔ ایک مربوط مجموعے کو وجود میں لانے کے لیے اختلاف میں اتحاد کا نعرہ یقیناً علیحدگی یا تقسیم کے لیے نہیں ہوگا۔

سلاد پلیٹ کی طرح کے اختلاف میں اتحاد کو تلاش کرنے کے حوالے سے اقبال نے پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان پر مشتمل چار شمالی مغربی صوبوں کو ایک ریاست کی شکل میں متحد کر دینے کا مشورہ دیا اور کہا کہ برطانوی سلطنت کے اندر یا برطانوی سلطنت کے باہر حکومت خود اختیاری کا حصول اور کم از کم شمالی مغربی ہندوستان میں ایک متحدہ شمالی مغربی مسلم ریاست کا قیام مسلمانوں کا مقدر نظر آتا ہے۔

اقبال اس متحدہ یا چار صوبوں پر مشتمل شمالی مغربی ریاست/صوبے کے قیام کی تجویز کے موجد نہ تھے۔ اس لیے واضح ہے کہ وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ یہ تجویز پہلے ہی ۱۹۲۸ء کی نہرو کمیٹی کے سامنے پیش کی جا چکی تھی لیکن نہرو کمیٹی نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور دلیل یہ دی تھی کہ اس طرح پورے شمال اور شمال مغربی علاقے میں ایک بہت بڑا صوبہ وجود میں آ جائے گا (آل پارٹیز کانفرنس رپورٹ ۱۹۲۸ء، صفحات ۳۹-۴۰)

اقبال نے اس اعتراض کو صوبے کے سائز اور رقبے کے حوالے سے قبول تو کیا لیکن ساتھ ہی یہ واضح کیا کہ آبادی کے اعتبار سے یہ صوبہ موجودہ ہندوستانی صوبوں کے مقابلے میں بہت چھوٹا ہوگا بلکہ انبالہ ڈویژن اور غالباً وہ ضلعے جہاں غیر مسلم اکثریت میں ہیں اس صوبے سے نکال دیے جانے کا مشورہ دیا جس کے ذریعے اس کے رقبے میں کمی آ جائے گی اور آبادی کے اعتبار سے مسلمان زیادہ ہو جائیں گے۔

انہوں نے وضاحت کی کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے اس حیات افزا اور زندگی سے بھرپور علاقے کے مرکزی حیثیت میں متحد ہو جانے سے جو اقبال کی نظر میں بحیثیت ایک ثقافتی قوت اس ملک میں اسلام کے وجود کے

لیے ناگزیر تھا ہندوؤں یا انگریزوں کو کسی قسم کی تشویش نہیں ہونی چاہیے کیونکہ انہوں نے مزید وضاحت کی کہ اس سے مسلمانوں میں ذمہ داری کا احساس بڑھ جائے گا اور حب الوطنی کے جذبات کو فروغ حاصل ہوگا۔اس طرح ہندوستان کے سیاسی نظام میں اپنی ترقی کے لیے بہتر مواقع حاصل ہو جانے سے شمالی مغربی علاقے کے رہنے والے مسلمان بیرونی حملے سے دفاع کے لیے بہترین محافظ ثابت ہوں گے خواہ وہ حملہ نظریاتی ہو یا ہتھیاروں کا۔ برٹش انڈین فوج میں مسلمان جانبازوں کی فی صد نسبت کے حوالے سے بیرونی حملے کی صورت میں ہندوستان کے دفاع کے لیے شمالی مغربی علاقے کے مسلمانوں کی صلاحیتوں کا آپ آسانی سے اندازہ کر سکتے ہیں۔

دفاع کے مسئلے پر اقبال کا مابعد تجزیہ بھی اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ تجزیہ ایک وفاقی ہندوستان کے متعلق تھا نہ کے ایک آزاد وخود مختار شمالی مغربی مسلم مملکت کے لیے۔اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اگر ایک وفاقی حکومت وجود میں آ جاتی ہے تو وفاق میں شامل ہونے والے مسلم علاقے ہندوستان کے دفاع کے لیے ایک غیر جانبدار ہندوستانی فوج کے قیام کے لیے بخوشی تیار ہو جائیں گے۔ مجھے پختہ یقین ہے کہ وفاقی ہندوستان کی بنیاد پر ایک غیر جانبدار ہندوستانی فوج کے منصوبے سے مسلمانوں کے حب الوطنی کے جذبات میں اضافہ ہوگا اور سرحد پار کے مسلمان علاقے سے ہندوستان پر حملے کی صورت میں ہندوستانی مسلمانوں کے مسلمان حملہ آوروں کے ساتھ مل جانے کا اندیشہ بھی دور ہو جائے گا۔

''ہندوستان کے سیاسی اور علاقائی حدود کے اندر'' ایک متحدہ شمال مغربی ریاست/صوبے کے قیام کے مسئلے پر دلائل دینے کے بعد اقبال نے دوسرے اعتراضات اور تحفظات کا جائزہ لیا۔عزت مآب سری نواس شاستری کا خیال ہے کہ ''شمالی مغربی سرحدی علاقے میں بااختیار مسلمان ریاستوں کے بلاک کے قیام کے لیے مسلمانوں کا مطالبہ ان کی اس خواہش کی پیداوار ہے کہ وہ ہنگامی حالات میں ہندوستانی حکومت پر دباؤ ڈال سکیں۔ میں انہیں صاف صاف بتا دوں کہ مسلمانوں کا مطالبہ ان مقاصد کے لیے نہیں ہے جو وہ ہم سے منسوب کر رہے ہیں بلکہ وہ اس دیانت دارانہ خواہش کی پیداوار

ہے کہ اس بلاک میں وہ آزادانہ ترقی کی راہ پر گامزن ہوں جو اس وحدانی حکومت کے زیر اثر ناممکن ہے جس کے ذریعے قوم پرست ہندو سیاستداں پورے ہندوستان پر ایک فرقے کے تسلط کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قائم کر دینا چاہتے ہیں''۔

اس کے بعد وہ اپنے خطبے میں ایک متحدہ مسلم ریاست/ بلاک کے قیام کی تجویز کو اس یقین دہانی کے ساتھ تقویت پہنچانا چاہتے ہیں کہ یہ ریاست ہندوستان اور اسلام دونوں کے بہترین مفاد میں ہوگی۔ ہندوستان کے لیے اس تجویز کا مفہوم اندرونی توازن طاقت کے ذریعے امن وامان کا قیام ہوگا اور اسلام کے لیے اس تاثر کو دور کرنے کا ذریعہ ہوگا کہ اسے عربی استعمار نے اس لیے استعمال کیا تھا کہ وہ اپنے قانون، اپنے تعلیمی نظام اور اپنی ثقافت کو منظم کر کے انہیں اصلی اسلامی روح اور دور جدید کی روح سے ہم آہنگ کر سکے۔

خود اقبال کے اپنے دلائل وضاحتوں کے تجزیے سے مندرجہ ذیل نکات واضح ہوتے ہیں:۔

اول یہ کہ اقبال کا مجوزہ شمالی مغربی ریاست کا بعض موجودہ ہندوستانی صوبوں سے موازنہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ان کی مجوزہ ریاست کا مفہوم آزاد وخود مختار مملکت نہ تھا بلکہ امریکہ کی ۵۰ ریاستوں کی طرح کی ایک ریاست یا ہندوستانی جمہوریہ کی ۲۹ ریاستوں کی طرح کی ایک ریاست تھا جس کا مرتبہ وہی تھا جو برطانوی ہندوستان کے سابقہ صوبوں یا پاکستان کے موجودہ صوبوں کا ہے۔

اس نظریے کے صحیح ہونے کا مزید اندازہ ان کے اس بیان سے ہوتا ہے جب وہ اس ریاست کو ہندوستان کے مملکتی نظام کا جزو لاینفک قرار دیتے ہیں اور اس بات پر زور دیتے ہیں کہ یہ ریاست ہندوستان کے دفاع کی ذمہ داری کو ہر حالت میں احسن طریقے سے ادا کرے گی۔ شاستری کو اپنے جواب میں اقبال مسلم ریاستوں کی اندرونی خود مختاری اور اس وحدانی نظام حکومت کی بھی بات کرتے ہیں جس کی تجویز ہندو قوم پرست سیاستدانوں نے پیش کی تھی جس سے یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے کہ ان کا منصوبہ ایک وفاقی نظام کے قیام کا تھا جس میں شامل اجزاء اندرونی

اعتبار سے خودمختار ہوں گے بالفاظ دیگر ہندوستان کے آئینی اور فرقہ وارانہ مسئلے کا سلاد پلیٹ کی طرح کا حل۔

دوم یہ کہ شمالی مغربی صوبوں پر مشتمل متحدہ ریاست کی تجویز نہرو کمیٹی کے سامنے پیش کی گئی تھی اس بات کو مکمل طور سے ثابت کرتی ہے کہ جو تجویز یا مطالبہ جو کچھ بھی تھا وہ ایک اندرونی طور سے خودمختار ریاست کا تھا نہ کہ ایک آزاد مملکت کا۔ یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کہ ہندوستانی سیاسی ارتقاء کے اس مرحلے پر مجوزہ ہندوستانی وفاق سے باہر ایک مسلم مملکت کے قیام کا مطالبہ کیا گیا ہو یا اسے نہرو کمیٹی کے سامنے پیش کیا گیا ہو۔

وہ حوالہ جس کی وجہ سے نہرو کمیٹی کے سامنے اس تجویز/مطالبے کو پیش کرنے کی ضرورت پڑی ناقابل تفہیم نہیں ہے۔ یہ موقع اس وقت آیا جب ۲۰ مارچ ۱۹۲۷ء کو دہلی میں ۳۰ مسلمان لیڈروں کے اجلاس میں قائداعظم کی طرف سے مرتب کی گئی تجاویز دہلی کے جواب میں ہندوؤں اور کانگریس نے مخالفانہ طرز عمل اختیار کیا۔ ان تجاویز میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ اگر مسلمانوں کو پنجاب اور بنگال میں ان کی آبادی کے مطابق نمائندگی دے دی جائے، سرحد اور بلوچستان میں آئینی اصلاحات کا نفاذ کرایا جائے، سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کر دیا جائے اور مسلمانوں کو مرکز میں ایک تہائی نمائندگی دے دی جائے تو مسلمانوں کو جداگانہ نمائندگی اور رائے دہی کے اپنے حق سے دست بردار ہونے میں کوئی اعتراض نہ ہوگا بالفاظ دیگر وہ مخلوط طریقہ انتخاب کو تسلیم کرلیں گے۔

ہندو اور کانگریس چونکہ جداگانہ حق رائے دہی کو ختم کرانے کا تہیہ کیے ہوئے تھے، خواہ مسلمان اس حق سے خود ہی دست بردار ہونے کے لیے تیار نہ ہوں اور ساتھ ہی وہ مسلمانوں کے مطالبات تسلیم کیے جانے کی مخالفت بھی کر رہے تھے، اس صورت حال میں متحدہ مغربی مسلم ریاست کی تجویز کا مقصد یہ تھا کہ کانگریس کے ساتھ سودابازی کرتے ہوئے شمالی مغربی چاروں صوبوں کے مسائل سے کانگریس کے غیر مفاہمانہ طرز عمل کو چھیڑے بغیر بنگال کے علاوہ مسلمانوں کے تمام بنیادی مطالبات منوا لیے جائیں۔

کانگریس بالآخر زیادہ مربوط صوبوں کی شکل میں ہندوستان کی از سرِ نو صوبائی تقسیم کے لیے رضامند ہوگئی تھی۔ اقبال خود بھی اسی از سرِ نو صوبائی تقسیم کے حق میں تھے جیسا کہ انہوں نے بار بار اپنے خطبۂ الہ آباد میں ذکر کیا تھا اور جیسا کہ انہوں نے ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو پروفیسر ایڈورڈ تھامپسن کے نام اپنے جوابی خط میں جو لندن ٹائمز کو بھیجا گیا تھا اس مؤقف کی توثیق کی تھی۔

نہرو کمیٹی کے اس واقعے سے تین نکات واضح ہوتے ہیں جو اس بحث میں اہم ہیں:۔

اول یہ کہ اقبال محض اس تجویز پر زور دے رہے تھے جو نہرو کمیٹی کے سامنے پیش کی گئی تھی۔ دوسرے یہ کہ یہ تجویز ان آئینی تجاویز کی توسیعی شکل تھی جو مسلمانوں کی طرف سے دہلی مسلم تجاویز میں، آل پارٹیز مسلم کانفرنس کی قرار داد میں اور بعد میں آنے والے ۲۹ مارچ ۱۹۲۹ء کے جناح کے چودہ نکات میں موجود تھیں۔ اس کی خصوصی افادیت یہ تھی کہ یہ چار شمالی مغربی صوبوں میں مسلمانوں کے سیاسی تسلط کی ضمانت دے رہی تھیں جس کا انہوں نے مندرجہ بالا تینوں آئینی تجاویز میں مطالبہ کیا تھا اور جس میں نہ جداگانہ انتخاب کا مطالبہ کیا گیا تھا، نہ نشستوں کے مخصوص کیے جانے کا جو سانڈ کو سرخ کپڑا دکھانے یعنی اشتعال انگیزی کے مترادف تھیں۔

یہی وجہ تھی جس کی بنا پر خطبۂ الہ آباد پر نہ عوام کی طرف سے اور نہ پریس کی طرف سے کوئی وسیع پیمانے پر تنقید کی گئی۔ نہ برطانیہ کی طرف سے اور نہ ہندوؤں کی طرف سے کوئی ردِعمل ہوا جس طرح ۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء کے جناح کے خطبۂ لاہور پر یا قرارداد لاہور پر ہوا تھا۔

تیسرے یہ کہ اس تجویز کے خالق اقبال نہ تھے کیونکہ نہرو کمیٹی سے ان کا کچھ زیادہ رابطہ نہ تھا اور ۱۹۲۷ء۔۱۹۲۸ء میں شفیع لیگ سے ان کا قریبی تعلق تھا جس نے ۱۹۲۷ء۔۱۹۲۸ء کے سائمن کمیشن سے تعاون کیا تھا جس کے تقرر کے نتیجے میں ہی اولاً نہرو کمیٹی کا قیام عمل میں آیا تھا۔ تاہم اقبال کا خصوصی کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے ۱۹۳۰ء کے با اختیار اجلاس مسلم لیگ میں ایک ایسی تجویز کو پیش کر کے اسے مقبول عام بنا دیا جو ۱۹۲۸ء کی آل پارٹیز

کانفرنس کی رپورٹ (صفحات ۳۹۔۴۰) میں دبی پڑی تھی۔

مزید برآں الہ آباد کے اپنے سارے خطبے میں اقبال نے ہندو قوم پرستوں کے تجویز کردہ وحدانی طرز حکومت کے خلاف دلائل دیئے اور صحیح قسم کے وفاق کی حمایت کی، زیادہ مربوط صوبوں کی شکل میں ہندوستان کو دوبارہ تقسیم کیے جانے کی تجویز دی تاکہ زبان، تاریخ، مذہب اور اقتصادی مفادات کی یکسانیت کی بنا پر اندرونی طور سے خود مختار ریاستیں وجود میں آئیں اور باقی ماندہ اختیارات بھی انہیں ریاستوں کو دیئے جائیں اور ان ریاستوں کو مکمل ثقافتی خود مختاری دے کر انہیں مکمل اور آزادانہ طور پر ترقی کرنے کی سہولتیں فراہم کی جائیں جس کے ذریعے مجموعی تعاون اور باہمی صلح کا جذبہ فروغ حاصل کرے تاکہ اختلاف کے باوجود اندرونی ہم آہنگی کی بنیاد پر ایک ہندوستانی قومی وحدت وجود میں آئے۔

ہندوستان کے فرقہ وارانہ اور آئینی مسئلے کا یہی سلاد پلیٹ کی طرح کا حل مناسب ہے۔ تقسیم ہند یا ہندوستانی مسلمانوں کے لیے وطنی آزادی اس کا حل نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اقبال شروع سے فرقہ وارانہ مسائل کا علاقائی حل تلاش کرنے کے حق میں تھے جس کو وہ مسلم ہندوستان کا اصلی مطالبہ سمجھتے تھے اور ان کے دلائل کا زور وفاقی ہندوستان کے قیام پر تھا۔ اسی مطالبے کی توثیق انہوں نے ۲۱ مارچ ۱۹۳۲ء کو لاہور میں ہونے والے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں اپنے صدارتی خطبے میں کی تھی اور اس بات پر زور دیا تھا کہ مسئلہ یہ ہے کہ اپنی ایک سے زیادہ حیثیتوں کی قربانی دیئے بغیر یہ بہت سے لوگ متحد کیسے ہو سکتے ہیں۔

برصغیر میں ان کے ایک آزاد مسلم مملکت یعنی پاکستان کے تصور کے خالق ہونے کے خلاف ایک قطعی شہادت اقبال خود ہیں۔ اپنے خط مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۱ء میں جو انہوں نے دی ٹائمز کو لکھا اقبال پروفیسر تھامپسن کو الزام دیتے ہیں کہ انہوں نے متحدہ شمالی مغربی مسلم ریاست کے قیام سے متعلق جملوں کو ان کے سیاق وسباق سے علیحدہ کر دیا اور وہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ "میں ہندوستان کے تمام صوبوں کو فرقہ وارانہ واضح اکثریت کی بنیاد پر

دوبارہ تقسیم کیے جانے کے حق میں ہوں جس کی تجویز نہرو رپورٹ اور سائمن کمیشن کی طرف سے پیش کی گئی تھی"۔

اپنے خطبۂ الہ آباد میں اقبال نے اس مسئلے کے دو حل پیش کیے تھے۔ اول یہ کہ برطانوی ہند کو صوبہ وار دوبارہ تقسیم کیا جائے جس کے ذریعے آئینی مسئلے کا مستقل حل ہو سکے گا۔ دوسرے یہ کہ اگر آئینی مسئلے کے علاقائی حل کا مسلمانوں کا مطالبہ نظر انداز کر دیا جاتا ہے تو میں نہایت پرزور طریقے سے مسلمانوں کے ان مطالبات کی حمایت کروں گا جن کو بار بار آل انڈیا مسلم لیگ اور آل انڈیا مسلم کانفرنس نے پیش کیا۔ مزید برآں اقبال نے پروفیسر تھامپسن کے نام اپنے خط مورخہ ۴ مارچ ۱۹۳۴ء میں زور دے کر کہا کہ انہوں نے ہندوستانی وفاق کے ایک حصے کی شکل میں مسلم اکثریت کے ایک صوبے کے قیام کی تجویز پیش کی ہے۔ اسی تجویز کی وہ مولانا راغب احسن کے نام اپنے خط مورخہ ۶ مارچ ۱۹۳۴ء میں توثیق کرتے ہیں۔

اس طرح ایک عام افسانوی تصور کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ اقبال تو شمالی مغربی مسلم ریاست/صوبے کے قیام کی تجویز کے بھی خالق نہ تھے چہ جائیکہ انہیں ایک آزاد مملکت پاکستان کے تصور کا خالق سمجھا جائے۔ تاہم ہندوستان کے شمالی مغربی حصے میں ایک یا ایک سے زیادہ اندرونی طور پر بااختیار مسلم ریاستوں یا صوبوں کے قیام سے متعلق جاری بحث میں انہوں نے بہت زیادہ اور نمایاں حصہ لیا۔ مزید برآں ۲۱ جون ۱۹۳۷ء تک اقبال جناح کے ساتھ اپنی خط وکتابت میں ایک آزاد مسلم ریاست یا آزاد مسلم ریاستوں کی تجویز سے متفق ہو گئے تھے بالخصوص ۲۱ جون ۱۹۳۷ء کے اس خط میں انہوں نے کہا کہ "ایک وفاقی ہند کی شکل میں نیا آئین (گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء) میری نظر میں قطعی بیکار ہے۔ مسلمان صوبوں کا ایک علیحدہ وفاق ان خطوط پر جو میں نے مندرجہ بالا بحث میں تجویز کیے ہیں واحد راستہ ہے جس کے ذریعے ہم ایک پرامن ہندوستان کی ضمانت دے سکتے ہیں اور مسلمانوں کو غیر مسلموں کے تسلط سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ شمالی مغربی ہندوستان اور بنگال کے مسلمانوں کو قوم کیوں نہ تصور کیا جائے اور انہیں

حکومت خود اختیاری کا مستحق کیوں نہ قرار دیا جائے جس طرح یہ حق ہندوستان کی دوسری قوموں اور ہندوستان کے باہر کی قوموں کو دیا گیا ہے''

لہذا جس طرح مندرجہ بالا بحث سے اندازہ ہوتا ہے ایک آزاد مسلم مملکت کے قیام کے لیے جلسۂ عام میں کیے گئے اولین مطالبے کی شکل میں اقبال کے خطبۂ الہ آباد کی حیثیت حقائق پر مبنی نہیں ہے البتہ اس کی اہمیت دوسری نہج پر ہے یعنی اعلیٰ تصوراتی بنیاد کے طور پر۔ اصل میں یہ خطبہ اس نظریے کا کہ مسلمان دوسروں سے علیحدہ ایک قوم ہیں خلاصے کے طور پر ایک لفظی خاکہ ہے۔

اقبال نے یہ واضح کیا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی حیات میں اسلام کس طرح خصوصی طور پر ایک اتحادی عنصر رہا ہے اور کس طرح اسلام نے اجتماعیت کا جذبہ پیدا کرنے والی قوت کا کام دیا ہے اور کس طرح منتشر افراد اور گروہوں کے بنیادی جذبات اور وفاداریوں کو بتدریج یکجا کیا ہے اور بالآخر انہیں ایک مخصوص قوم کی شکل عطا کی ہے جو اپنا ایک مخصوص اخلاقی شعور رکھتی ہے۔

مسلمانوں کی ایک علیحدہ قومی مملکت کے لیے اقبال کی بنیادی تحریک اور تصوراتی خاکے کے بغیر مطالبۂ پاکستان گو سیاسی سطح / بنیاد پر مستحکم رہتا جس کی جناح نے ۱۹۴۰ء میں اپنے خطبۂ لاہور میں پوری فصاحت کے ساتھ اور جامع انداز میں وضاحت کر دی تھی لیکن یہ مطالبہ ایک تصوراتی اور ذہنی بنیاد اور حمایت حاصل نہ کر پاتا۔ اقبال کسی طرح بھی تصور پاکستان کے خالق یا بانی نہ تھے البتہ وہ نظریۂ پاکستان کے تصوراتی اور ذہنی پہلو کے بہت بڑے داعی اور وضاحت کرنے والے تھے۔ لہذا اگر چہ انہیں تصور پاکستان کے خالق کا مرتبہ نہیں دیا جا سکتا لیکن وہ یقیناً نظریۂ پاکستان کے حامی اس اعتبار سے تھے کہ انہوں مطالبۂ پاکستان کو پیش کرنے کے لیے ایک نظریاتی بنیاد اور تصوراتی سطح عطا فرمائی۔

(بشکریہ روزنامہ ڈان مورخہ ۶ دسمبر ۲۰۰۳ء)